3 - پروفیسر مرزا محمد سعید

شاہد احمد دہلوی

خلاصہ

شاہد احمد دہلوی اُردو ادب کے مشہور ادیب تھے۔ سبق "مرزا محمد سعید" میں انہوں نے پروفیسر مرزا محمد سعید کی شخصی خوبیوں کا خاکہ کھینچا ہے۔ مضمون کے آغاز میں مرزا محمد سعید صاحب کی خاموش وفات پر شدید دکھ کا اظہار کرتے ہیں کہ خود انہیں مرزا صاحب کی وفات کا تیسرے دن پتہ چلا اور وہ بھی اخبارات کے ذریعے۔ ان کی موت کی خبر ان کے سیکڑوں دوستوں کو نہ ہو سکی۔ مصنف نے مرزا صاحب کی موت کو ایک عالم کی موت قرار دیا ہے۔ مرزا صاحب ہر کام نہایت خاموشی سے کرتے۔ وہ اپنی دلی تسکین کے لیے کام کرتے تھے فرمائش پر یا پیسوں کی خاطر نہیں۔ انہوں نے تمام عمر کام کرتے ہوئے گزار دی مگر انہیں نہ ستائش کی تمنا تھی نہ صلے کی پروا۔ بہت سے پبلشروں نے ان کو بھاری معاوضہ دے کر ناول لکھوانا چاہا مگر وہ انہیں مجبور نہ کر سکے۔ لاہور کے ایک پبلشر نے مرزا صاحب کو اس دور میں ایک ہزار روپے کی پیشکش کی مگر منہ کی کھائی۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ اگر آپ پانچ یا دس ہزار روپے بھی دیں تب بھی میں اپنا تحقیقی کام (مذہب اور باطنیت) چھوڑ کر ناول نہیں لکھ سکتا۔ مرزا صاحب نے اپنا پہلا ناول "یاسمین" بلا معاوضہ اپنے ایک شاگرد پبلشر سے چھپوایا۔ دوسرا ناول "خواب ہستی" بھی بغیر کچھ لیے دیے چھپا۔ مرزا صاحب کی معرکۃ الآراء کتاب "مذہب اور باطنیت) بھی بغیر کسی معاوضے کے چھپی اور یہ وہ کتاب ہے کہ اگر اردو کی سو بہترین کتابوں کا انتخاب کیا جائے تو یہ کتاب ان میں ضرور شامل ہو گی۔ مرزا صاحب دلی کے شریف اور متمول گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ سر سید احمد خان اور منشی ذکا اللہ کے مکان ان کے گھر کے نزدیک تھے۔ سر سید اور منشی ذکا اللہ سے مرزا صاحب کی رشتہ داری بھی تھی۔ ان دنوں مسلمان انگریزی تعلیم کو برا جانتے تھے۔ مرزا صاحب نے گورنمنٹ کالج سے تعلیم حاصل کی۔ بعد میں علی گڑھ کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر بھی مقرر ہوئے آپ نے علامہ اقبال سے بھی اکتساب فیض کیا۔ پطرس اور تاج دونوں مرزا صاحب کے شاگرد رہے۔ پطرس تو مرزا صاحب کی عزت واسرائے ہند سے بھی بڑھ کر کرتے تھے۔ جنگ کے زمانے میں جب پطرس نے ایک ادبی حلقہ تشکیل دیا جس کا ماہانہ جلسہ پطرس یا ڈاکٹر تاثیر کے گھر ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اسی طرح کے ایک جلسے میں مرزا صاحب نے ایک ادبی مقالے پر اپنی محتاط رائے دی۔ پطرس نے شوخی سے کام لے کر فیض کو اشارہ کیا جو مرزا صاحب کی بات کاٹ کر بولنے لگے اس پر مرزا صاحب اس قدر جلال میں آئے کہ فیض دم بخود رہ گئے اور ان پر مرزا کی علمیت کا اس دن جوہر کھلا۔ پطرس نے چائے کا سامان رکھوا کر معاملہ ختم کیا۔ مرزا صاحب کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔ گھنٹوں مطالعہ کرتے اور آپ کی پنشن کا بڑا حصہ کتب کی خریداری پر صرف ہوتا۔ آپ کی اولاد بہت سعادت مند اور بیوی بھی بہت سلیقہ شعار تھیں۔ آپ کی بیگم عمدہ ادبی ذوق رکھتی تھیں۔ ان کے دو ایک ناول بھی چھپ چکے تھے۔ قیام پاکستان سے قبل آپ صوبائی مسلم لیگ کے صدر بھی بنے۔ کراچی یونیورسٹی کے مشیر بھی رہے اور 1959ء میں پاکستانی ادیبوں کے گلڈ کی صدارت بھی کی۔ چالیس برس کی عمر میں آپ کے ہاتھوں میں رعشہ بھی آگیا تھا جس کی وجہ سے لکھنے میں دقت ہوتی تھی۔ آپ بہت خوش اخلاق، خوش مزاج اور خوش لباس شخص ہے۔ دوست کم ہی بناتے تھے کیونکہ آپ کا نظریہ تھا آپ بھلے اپنا گھر بھلا۔ موت برحق ہے لیکن مرزا صاحب کی وفات کا صدمہ اس لیے زیادہ ہے کہ ایسے قابل اور عظیم لوگ زمانے میں کم ہی پیدا ہوتے ہیں۔